حکمرانوں کے حقوق و ذمہ داریاں قرآنی آیات کی روشنی میں

Rights and responsibilities of rulers in the light of Quranic verses

محمود احمد[1] صہیب احمد[2]

ABSTRACT:

Ruling on earth is part of the system of nature. God rules over whomever He wills on His earth. We give the ability to lead and lead the people to whomever they want. Sometimes those in charge of the state and sovereignty, as they wish, hold the reins of government. Then decisions consist of such matters. While this chair is a blessing from Almighty God, it is also a very dangerous test. Everyone here has to be taken care of. Only then will it be possible for the government to recognize its responsibilities. The system cannot be right unless everyone is aware of their rights and responsibilities. While the principles and methods of other systems of life are well described in the Holy Qur'an, the ruler is also drawn to his responsibilities. Thus, this subject has been touched upon in numerous verses of the Holy Qur'an, but in the light of a few special verses, the rights and responsibilities of the ruler are examined.

Keywords: ruler, Rights, Holy Qur'an, Almighty God, earth

اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم کے ساتھ اپنی بادشاہت و حکمرانی میں سے تھوڑا سا حصہ اپنے بندوں کو بھی دے رکھا ہے۔ کسی نہ کسی ملک و ملت کے وہ رہبر بنتے ہیں۔ اللہ پاک انہیں موقع عطا فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کے رہنما بن سکیں۔ ظاہر ہے اس عہدے پر فائز ہونے والے کے کچھ حقوق ہوتے ہیں جو رعیت کے ذمہ ہوتے ہیں۔ رعایا کو ان حقوق کی پاسداری بہر حال ضروری اور لازم ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ہم ان حقوق کا ذکر کریں گے جن کا رعایا کو لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا[1]

ترجمہ: مؤمنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر تم خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں جہاں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا ہے وہاں ہی حکمرانوں کی اطاعت کو بھی لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے تحت مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہیں کہ کن کن امور میں اطاعتِ حاکم ضروری اور لازم ہو گی۔

[1] Ph.D Scholar, University of Sindh، Jamshoro. Pakistan
[2] Ph.D Scholar, Islamic Culture Department, University of Sindh, Jamshoro Pakistan.

وکذلك تجب طاعة ولاة الأمر[2]۔ اسی طرح جن لوگوں کو معاملات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے ان کی اطاعت واجب ہے۔

ثم ان وجوب الطاعة لهم ما داموا على الحق فلا تجب طاعتهم فيما خالف الشرع[3]

ترجمہ: پھر ان کی اطاعت ان امور میں واجب ہوگی جس میں وہ شریعت کے مطابق ہوں پس ایسے کاموں میں اطاعت نہیں ہوگی جو شریعت کے مخالف ہوں۔

فقد أخرج ابن أبي شيبة عن علي كرم الله تعالى وجهه قال: قال رسول الله ﷺ: لا طاعة لبشر في معصية الله تعالى[4]

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کسی بندے کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔

رعایا پر خلیفہ کی اطاعت کتنی لازم اور ضروری ہے اس کو ہم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے الفاظ سے نقل کرتے ہیں: "مصالح اسلام کے متعلق خلیفہ جو کچھ حکم فرمائے اور نیز اس کا جو حکم شرع کے مخالف نہ ہو اس کی بجا آوری مسلمانون پر لازم ہے خواہ خلیفہ عادل ہو یا ظالم۔ اور اگر لوگ مذہب کی فروعات میں مختلف ہوں اور خلیفہ کسی ایسی بات کا حکم دے جو اجتہادی ہے اور کتاب اور سنت مشہورہ اور اجماع سلف کے مخالف نہیں ہے اور اس قیاس جلی کے مخالف نہیں ہے جو واضح الثبوت اصل پر مبنی ہے تو خلیفہ کی اس بات کو سننا اور اس کے حکم کے موافق چلنا لازم ہے اگرچہ خلیفہ کا یہ حکم اس شخص کے مذہب کے موافق نہ ہو۔ کسی سلطان کی حکومت پر مسلمانوں کے متفق ہو جانے کے بعد اس سلطان سے بغاوت کرنا حرام ہے اگرچہ وہ سلطان خلافت کی شرطوں کا جامع نہ ہو۔ مگر اس صورت میں کہ اس سے صریح کفر ظاہر ہو[5]۔ اس آیت کریمہ اور تفسیری حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امیر اور حاکم وقت کی اطاعت صرف انہی کاموں میں جائز ہوگی جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا راستہ ہو۔ وہ کام اور وہ تمام امور جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہو رہی ہو اس میں اطاعت جائز نہ ہوگی۔

حکمرانوں کی ذمہ داریاں قرآنی آیات کی روشنی میں:

زمین پر حکمرانی قدرت کے نظام کا حصہ ہے۔ اللہ پاک اپنی زمین پر جسے چاہتے ہیں حکمرانی عطا کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں اسے لوگوں کی رہبری اور قائد بننے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ بعض اوقات ریاست اور سیادت کے ذمہ دار اپنی چاہت کے مطابق جیسے چاہتے ہیں حکومت کی لگام تھام لیتے ہیں۔ پھر فیصلے بھی ایسے ہی امور پر مشتمل ہوتے ہیں جہاں یہ کرسی واقتدار اللہ پاک کی طرف سے ایک نعمت ہے وہاں ہی ایک انتہائی پر خطر آزمائش بھی ہے۔ یہاں ہر ایک کا خیال رکھنا ہوگا۔ یہ تب ہی ممکن ہو پائے گا کہ حکمرانی اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں۔ جب تک ہر ایک کو اپنے حقوق و فرائض سے آگاہی نہ ہوگی اس وقت تک نظام درست نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں جہاں دیگر نظامہائے زندگی کے اصول و طریقہ کار خوب بیان فرمائے گئے ہیں وہاں ہی حکمران کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ یوں تو قرآن کریم کی بے شمار آیات میں اس موضوع کو چھیڑا گیا ہے، لیکن ان آیات میں سے چند خصوصی آیات کی روشنی میں حکمران کے حقوق ذمہ داریوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ[6]

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوۃ ادا کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں اور برائی سے روکیں۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَقَالَ الصَّبَاحُ بْنُ سِوَادَةَ الْكِنْدِيُّ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ: الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ الْآيَةَ، ثُمَّ قَالَ: إِلَّا أَنَّهَا لَيْسَتْ عَلَى الْوَالِي وَحْدَهُ، وَلَكِنَّهَا عَلَى الْوَالِي وَالْمُولَى عَلَيْهِ، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا لَكُمْ عَلَى الْوَالِي مِنْ ذَلِكُمْ، وَبِمَا لِلْوَالِي عَلَيْكُمْ مِنْهُ؟ إِنَّ لَكُمْ عَلَى الْوَالِي مِنْ ذَلِكُمْ أَنْ يُؤَاخِذَكُمْ بِحُقُوقِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ، وَأَنْ يَأْخُذَ لِبَعْضِكُمْ مِنْ بَعْضٍ، وَأَنْ يَهْدِيَكُمْ لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ مَا اسْتَطَاعَ، وَإِنَّ عَلَيْكُمْ مِنْ ذَلِكَ الطَّاعَةَ غير المبزوزة ولا المستكره بها، وَلَا الْمُخَالِفَ سِرُّهَا عَلَانِيَتَهَا [7]

ترجمہ: صباح بن سواد الکندی فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؒ کو خطبہ دیتے ہوئے میں نے سناوہ قرآن پاک کی مذکورہ آیت ''الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ'' تلاوت کی اور فرمایا: اس آیت کریمہ میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ اور رعایا دونوں کا بیان ہے۔ میں تمہیں خبر دار کرتا ہوں ان احکام کے بارے میں جو بادشاہوں پر تمہارے ذمہ ہیں اور جو بادشاہوں کے ذمہ تمہارے حقوق ہیں۔ بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق الٰہی تم سے برابر لے۔ اللہ کے حقوق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے۔ اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اس کا یہ حق ہے کہ ظاہر و باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ اور علانیہ اور پوشیدہ طور پر بھی اس کی مخالفت نہ کرو۔

اس آیت کریمہ کے الفاظ سے جو فرائض حاکم وقت پر عائد ہوتے ہیں ان کا ذکر یہاں مطلوب ہے۔ اس آیت کریمہ میں حاکم وقت کے چار فرائض بیان ہوئے ہیں۔ 1: اقامۃ الصلوٰۃ 2: ایتاء الزکوٰۃ 3: امر بالمعروف 4: نہی عن المنکر

اقامت صلوۃ:

اقامت صلوۃ سے مراد نماز کی ادائیگی، قیام اور اس کا اہتمام ہے۔ یعنی ایسا نظام ترتیب دینا جس میں نماز کے لیے خصوصی پلاننگ کی گئی ہو۔ شریعت نے حکومت اسلامیہ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے ان کا نظام حکومت ایسا ہونا چاہیے جس میں نماز جیسے عظیم فریضے کا خصوصی کا انتظام ملتا ہو۔ اسلام میں نماز کی کتنی اہمیت ہے؟ ذیل میں ہم چند آیات واحادیث کے ضمن میں اس اہمیت کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ نماز کی اہمیت و فضیلت پر بے شمار قرآنی آیات دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے کچھ آیات یہاں لکھی جاتی ہیں۔

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ [8]

ترجمہ: ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ [9]۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا [10]۔ بے شک نماز مومنین پر اپنے مقرر وقت پر فرض ہے۔

ایک مقام پر نماز کو عین ایمان کہا گیا ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ [11] يَعْنِي صَلاتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ [12]

تحویل قبلہ کے بعد گزشتہ نمازوں کے بارے میں شبہ ہوا کہ وہ ضائع ہو گئی ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (نمازوں) کو ضائع نہیں کریں گے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی آیات ہیں جو نماز کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔

احادیث مبارکہ میں بھی نماز کی اہمیت اس طرح مذکور ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الإِسْلاَمِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ»[13]

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ کلمہ شہادت پڑھیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اگر ایسا کریں تو انہوں نے اپنے خون اور اپنے اموال بچا لیے سوائے حق اسلام کے (ان سے تعرض نہ ہو گا) باقی اندر کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الصَّلاَةُ لِوَقْتِهَا[14]

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: اپنے وقت پر نماز پڑھنا، یا فرمایا اول وقت میں نماز پڑھنا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جس رات سیر کروائی گئی، پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر کم ہوتی گئیں یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں[15]۔ پھر حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے یہ الفاظ کتب احادیث نے اپنے اندر محفوظ کر رکھے ہیں۔

اتّقُوا اللہَ رَبّکُم صَلُّوا خَمسَکم صُومُوا شَھرکُم اَدُّوا زَکوٰۃَ اَموَالِکم اَطِیعُوا اِذَا اَمَرکُم تَدخُلوا جنّۃَ رَبّکُم[16]

ترجمہ: اللہ سے ڈرا کرو جو تمہارا رب ہے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھو رمضان کے روزے رکھو اپنے اموال میں سے زکوۃ ادا کرو۔ جو تمہیں حکم دیا جائے تو اس کی اطاعت کرو پھر اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ بعض روایات میں ترک نماز کو کفر کہا گیا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ بَینَ العَبدِ وبَینَ الکُفرِ تَرکُ الصَّلوٰۃ[17]۔ یعنی مسلمان اور کافر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلاَةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ[18]

ترجمہ: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم کروں پھر آذان کا حکم کروں پھر ایک آدمی کو نماز کی امامت کا حکم دوں پھر جو لوگ نماز کے لیے نہ آتے ہوں میں ان کے گھروں کو جا کر جلا دوں۔

تاریخ کی کتب میں یہ مذکور ہے کہ نماز کی امامت سے ہی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر علماء کرام نے استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں ان کو نماز کا امام تجویز فرما کر ان کے خلیفہ ہونے کا اشارہ کر دیا ہے۔[19]

اس لیے جہاں امام ہو وہاں امام کو خود امامت کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔ نماز کی امامت ہو یا جمعہ و عیدین کے خطبے ہوں خود نبی کریم ﷺ فریضہ ادا فرماتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء یہ فرض ادا کرتے رہے۔ جبکہ مسجد قباء میں نبی کریم ﷺ نے خود امام مقرر فرمایا تھا۔

پھر اللہ کے محبوب سرکار دو عالم ﷺ اپنے مرض الوفات میں دو بندوں کے سہارے سے مسجد آتے ہیں۔ اس طرح وہاں آکر

نمازیں سے بات چیت اور حال احوال بھی دریافت فرماتے ہیں۔یہی حال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔[20]

ان حضرات کے ان اعمال سے پتہ چلتاہے کہ اسلاف اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ کون آدمی نماز میں آیااور کون آدمی نہیں آیا۔مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے درجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

:1 ایمان کے بعد تمام اعمال میں نماز مقدم ہے جس کو دین کا ستون کہا گیاہے۔

:2 نبی کریم ﷺاور صحابہ کرام نے نہ صرف نماز پڑھنے کا حکم دیا بلکہ باجماعت نماادا کرنے کی شدید تاکید فرمائی۔

:3 جہاں نبی ﷺ موجود ہوتے یا(ان کے بعد) خلفاء موجود ہوتے تو وہاں نماز،جمعہ اور عیدین کے خطبوں کا خود اہتمام فرماتے تھے۔

:4 دور دراز شہروں میں اماموں کا انتظام فرماتے جس طرح آپ ﷺ نے مسجد قباء میں امام مقرر فرمایا۔

:5 نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد جو لوگ نماز میں شامل نہیں ہوئے ان کے بارے میں دریافت حال کرتے اور تحقیق فرماتے تھے۔

:6 امام پر واجب ہے کہ شریعت کو اپنا قائد بنائے اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خلفاء راشدین کے عمل کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے۔اگر اس طرح وہ امامت کے فرائض انجام دے گا تو وہ امام عادل کہلائے گا۔جس طرح نبی کریم ﷺ کی بشارت ہے کہ قیامت کے دن وہ عرش الٰہی کے سائے میں ہو گا۔اور اگر کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے طریقے سے ہٹ کر اپنی یا لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو وہ پیغمبر ﷺ کی زبان مبارکہ سے وعید بھی سن لے۔کہ کوئی امیر جو مسلمانوں کے امور کا والی ہو پھر ان کے لیے پوری کوشش کے ساتھ خیر خواہی نہیں کرے گا وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔جب کہ ایک روایت میں ہے کہ جنت کی ہوا بھی نہیں سونگے گا۔یہ بحث بخاری شریف کی اس حدیث پر ختم کرتے ہیں اللہ کے محبوب سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ [21]۔تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے سو اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

نظام زکوٰۃ:

اسلامی حکومت کا دوسرا بڑا فریضہ نظام زکوۃ کو منظم کرنا ہے۔زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے۔کچھ آیات واحادیث اس بارے میں پیش کرتے ہیں۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا[22]

ترجمہ: اے پیغمبر!ان لوگوں کے اموال میں سے صدقہ وصول کرلو جس کے ذریعہ سے تم انہیں پاک کردو۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ[23]

ترجمہ: مومن مرد اور مومنہ عورتیں بعض بعض کے اولیاء ہیں جو نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں۔نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

آیات کریمہ کے علاوہ احادیث مبارکہ سے بھی اس کی وضاحت ملتی ہے:

عن ابن عباس: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعث معاذ بن جَبَل إلى اليمن قال: "إنك تأتي قوماً أهلَ كتاب، فادْعُهُمْ إلى شهادة أن لا إله إلا الله وأني رسول الله، فإن هم أطاعوك لذلك فأعلمهم أن الله عز وجل افترض عليهم خمس صلوات في كل يوم وليلة، فإن أطاعوا لذلك فأعلمهم أن الله افترض عليهم صدقةً في أموالهم تؤخذ من أغنيائهم وتُردُّ في فقرائهم [24]

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا تھا کہ آپ سب سے پہلے ان کو کلمہ کی دعوت دیں جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو ان کو پھر پانچ نمازوں کی فرضیت کا بتائیں۔ اگر وہ اس کا اعتراف کرلیں تو ان کو بتائیں کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں کا صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے اغنیاء سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء پر خرچ کیا جائے گا۔

لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ» قَالَ أَبُو بَكْرٍ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، إِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَيْهَا " فَقَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ بِالْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ [25]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا تو سیدنا ابو بکر خلیفہ بنے تو کچھ لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ابو بکر صدیق نے ان کے خلاف قتال کا فیصلہ کیا۔ جس پر حضرت عمر نے عرض کی کہ یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ان سے اس وقت تک قتال کروں گا جب تک یہ کلمہ پڑھتے ہیں اور انہوں نے اپنے خون اور اموال مجھ سے بچا لیے۔ تو اس حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: بخدا میں ان سے ضرور قتال کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کریں گے۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر یہ لوگ اپنے اموال سے زکوٰۃ نکالنے کو روکیں گے جو رسول اللہ ﷺ کی طرز پر ادا کی جائے تو میں ضرور ان سے قتال کروں گا۔ پھر سیدنا عمرؓ فرمایا اللہ کی قسم اس بارے میں اللہ پاک نے ابو بکر کا سینہ کھول دیا تھا قتال کرنے کے لیے۔ پھر میں نے پہچان لیا کہ یہ حق پر ہے۔

ان احادیث سے پتہ یہ چلا کہ اموال ظاہر یہ کی زکوٰۃ امام، خلیفہ یا حاکم کو وصول کرنے کا حق ہے۔ اور مصارف درج ذیل ہیں:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ [26]

ترجمہ: زکوٰۃ اور صدقات فقراء، مساکین، ان پر کام کرنے والے، دلوں کی تالیف کے لیے، گردنیں آزاد کرنے میں، اللہ کے راستے میں اور مسافر پر ہی خرچ ہوں گے۔

اللہ پاک نے یہ مصارف زکوٰۃ بیان فرمادیئے ہیں۔ اس لیے حاکم وقت یا اس کی طرف سے مقرر کردہ زکوٰۃ کے مسؤلین جس علاقے سے زکوٰۃ وصول کریں افضل یہی ہے کہ وہاں سے مستحقین پر ہی صرف ہو۔ جس طرح کہ معاذ بن جبل کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ حکومت جبراً وصول کرسکتی ہے کہ تو حکومت کا جبراً مال وصول کرنا زکوٰۃ دینے والے کی نیت کا محتاج نہیں، اس کی نیت کے بغیر ہی اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ کیونکہ حکومت کو ولایت عامہ حاصل ہے۔

زکوۃ اور نماز کے حوالے سے ذکر کردہ دلائل سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں کو سلطنت نصیب ہو ان پر واجب ہو جاتا ہے کہ صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر جس طرح نبی کریم ﷺ نے اور ان کے بعد ان کے خلفاء نے "اقامۃ الصلاۃ اور ایتاء الزکوٰۃ" کا نظام قام کیا، خود اس پر عمل کیا اور لوگوں سے اس پر عمل کروایا ان کے نقش قدم پر چل کر امت کی اصلاح کریں۔ ورنہ زبانی جمع خرچ کرنے سے فریضہ ادا نہیں ہو گا۔

امر بالمعروف:

حکومت اسلامیہ کی تیسری بڑی ذمہ داری امر بالمعروف ہے۔ حقیقت میں آیت کا مقصد یہی ہے کہ جب مسلمانوں کو زمین پر اقتدار حاصل ہو تو پھر ان پر واجب ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں۔ دین کے مامورات میں نماز جو حق بدن ہے اور زکوۃ جو حق مال ہے اہم مامورات ہونے کی وجہ سے ان کو اس آیت میں پہلے ذکر کیا گیا ورنہ یہ امر بالمعروف میں داخل ہے۔ اگرچہ امر بالمعروف مجموعی طور پر تمام امت پر واجب ہے جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [27]

ترجمہ: تم بہترین امت ہو لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے بھیجے گئے ہو۔

چونکہ امت کا ہر فرد یہ فریضہ ادا نہیں کر سکتا اس لیے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [28]

ترجمہ: تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکنے کا فریضہ ادا کرتی رہے۔

اسی لیے علامہ ماوردیؒ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کے لیے دو فرق بیان کیے ہیں۔ متطوع، محتسب امت کا ہر ہر فرد امر بالمعروف کے لیے متطوع ہے جبکہ امام اور حاکم وقت محتسب ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ محتسب پر بحکم ولایت امر بالمعروف فرض ہے جب کہ متطوع پر فرض نہیں بلکہ یہ بھی کہا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حقیقت احتساب ہے۔ [29]

سب سے پہلے محتسب کے لیے ضروری ہے کہ خود کو اس کا اہل بنائے قبل اس کے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔ خود نیکی کا پیکر ہو جس طرح کہ حضور ﷺ اور اسلاف نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ حضور ﷺ کا غار حرا میں روزے کے ساتھ تنہائی میں عبادت کے ساتھ مشغول ہونا دراصل امت کو اس اصل کی طرف رہنمائی فرمانا تھی کہ سب سے پہلے خود کو اس اصل کا اہل بنایا جائے۔ جب کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور اقدس ﷺ کی مجلس سے تہذیب کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا۔

پھر اس کی ضرورت ہے کہ امر بالمعروف سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ پر تبلیغ کی ابتداء اسی سے ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} [30] اپنے اقرباء کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

اس کے بعد عام تبلیغ اور امر بالمعروف کا حکم ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کو حکم خداوندی ہے:

قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا [31]

ترجمہ: اے محمد ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس لیے علماء حکمت نے تین درجات بیان کیے ہیں۔ 1) تہذیب نفس 2) تدبیر منزل 3) سیاست مدنی

اگر امر بالمعروف کرنے والے کی اپنی حالت قابل اصلاح ہو تو وہ دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عذاب کا باعث ہو گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی حکم دیتے تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے فرماتے تھے کہ میں نے لوگوں کو فلاں فلاں بات سے منع کیا ہے اور لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں جس طرح پرندے گوشت کو دیکھتے ہیں۔ اگر تم نے یہ کام کیا تو لوگ بھی یہ کام کرنے لگیں گے اور اگر تم بھی ڈرو گے تو لوگ بھی ڈر جائیں گے۔ بخدا اگر میرے پاس تم میں سے کوئی لایا گیا جس نے اس طرح کا ارتکاب کیا تو میں تم کو دوگنی سزا دوں گا جو میرے قریبی ہونے کی وجہ سے اس کو ملے گی۔[32]

عمر کا مشہور واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو مسکر کے استعمال کی وجہ سے سزا دی تھی حالانکہ حضرت عمرو بن العاص ان کو سزا دے چکے تھے مگر صرف اس لیے کہ وہ سزا ان کو اعلانیہ نہیں دی گئی تھی۔ حضرت عمر نے اعلانیہ سزا دی حالانکہ وہ بیمار تھے۔[33]

آج کل ہمارے لیے ایک مشکل ہے کہ انتخابات میں جس کی حکومت آتی ہے وہ اپنی ہی پارٹی کو نوازنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس سے بد دیانتی اور خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ صرف اس لیے کہ اس بد دیانت نے ووٹ دیا ہے لہذا اس کو بد دیانتی اور خیانت قابل گرفت نہیں رہتی پھر ہم توقع رکھتے ہیں کہ لوگ دیانتداری اختیار کریں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ایک بد دیانت ہے اگر اس کا مواخذہ کریں گے تو اس کے بدلے کئی لوگ ہمارے حمایتی بن جائیں گے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جب آدمی اللہ کو ناراض کر کے بندوں کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے تو خدا بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی ناراض ہوتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس میں روشن مثال ہے کہ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے نے ایک دفعہ مصر میں گھوڑ دوڑ میں حصہ لیا۔ اس گھوڑ دوڑ میں ایک مصری کا گھوڑا آگے نکل گیا مگر عمرو بن العاصؓ کے بیٹے اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کی اور مصری کی آپس میں تلخی ہو گئی غصہ میں آ کر عمرو بن العاص کے بیٹے نے مصری کو کوڑے مار دیئے اور کہا کہ میں تو معززوں کا بیٹا ہوں۔ حضرت عمرو بن العاص کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہیں فکر ہوئی کہ اگر اس مصری نے حضرت عمر کے پاس شکایت کی تو وہ ناراض ہوں گے اور سزا بھی دیں گے۔ انہوں نے مصری کو پابند کر دیا مدینہ منورہ نہ جانے پائے۔ مگر مصری کسی طرح نکل کر مدینہ منورہ آ گیا۔ حضرت عمر نے حضرت عمرو بن العاص کو حکم بھیجا کہ تم اپنے بیٹے کو لے کر مدینہ منورہ حاضر ہو جاؤ۔ حضرت عمرو بن العاصؓ حاضر ہوئے۔ حضرت عمر نے گردن اٹھا کر دیکھا کہ کیا بیٹے کو ساتھ لائے ہیں؟ کہا بیٹا ساتھ ہے۔ حضرت عمر نے مصری کو دُرہ دیا اور فرمایا کہ معززوں کے بیٹے کو مارو۔ اس قدر اس مصری نے عمرو بن العاص کے بیٹے کو مارا کہ اس کا جی بھر گیا۔[34]

یہ واقعات ہمارے راہنماؤں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ جو چاہتے ہیں کہ لوگوں کو انصاف ملے تو پھر ضروری ہے کہ خود کو، اپنے خاندان کو اور اپنی پارٹی کا عملی نمونہ پیش کریں۔ جبکہ ہم یہ کوشش کریں کہ ہم یا ہمارے پارٹی تو مستثنیٰ ہو اور لوگ عمل کریں تو نہ اس طرح عمل ہو گا اور نہ ہی انصاف کا یہ تقاضا ہے۔ اصل میں امر بالمعروف ہی حکومت کا اہم فریضہ ہے۔ یہ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام شعبوں کو شامل ہے۔

چنانچہ علامہ ماوردیؒ نے اس پر بحث کرتے ہوئے اس کے تین شعبے بیان کیے ہیں: امر بالمعروف کا وہ شعبہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ شعبہ جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ شعبہ جو ان حقوق سے تعلق رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان مشترک ہوں۔ اسلاف نے ان تینوں شعبوں میں نظائر قائم کیے ہیں۔ اگر کسی کو اقتدار نصیب ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ امر بالمعروف کے تینوں شعبوں کا احتساب کرے۔

نہی عن المنکر

درج بالا آیت کی روشنی میں حکومت اسلامیہ کا چوتھا بڑا فریضہ نہی عن المنکر ہے۔ اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کا یہ وصف بیان فرمایا ہے: يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ [35]

ترجمہ: رسول ﷺ ان کو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک کو حرام کرتے ہیں۔

اس آیت میں تحریم الخبائث نہی عن المنکر میں داخل ہے۔ جس طرح احلال الطیبات امر بالمعروف میں داخل ہے۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے کہ ہر پاکیزہ چیز کا امر اور ہر ناپاک چیز سے اجتناب کا اس امت کو حکم دیا گیا ہے۔ جس طرح امر بالمعروف کی تین قسمیں ہیں اس طرح نہی عن المنکر کی بھی تین قسمیں ہیں۔

1: ان امور کی نہی جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔

2: ان امور کی نہی جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

3: ان امور کی نہی جن کا تعلق دونوں میں مشترک ہے۔

حقوق اللہ کے ساتھ جو نہی متعلق ہے اس کی پھر تین قسمیں ہیں: ایک وہ جن کا تعلق عبادات سے ہو۔ دوسری وہ جو ممنوعات سے متعلق ہو۔ تیسری وہ جن کا تعلق معاملات سے ہے۔

الف) جن امور کا تعلق عبادات سے ہو مثلا: عبادات کی صورت مشروعہ کے علاوہ کوئی اور صورت دیکھنے میں آئے جیسی سری نماز میں جہر یا جہری نماز میں سر، یا اس میں کسی طرح کی کمی یا اضافہ، اس طرح اذان اور دوسرے احکام مشروعہ میں زیادتی دیکھنے میں آئے تو حاکم اسے منع کر کے اصل صورت پر لائے گا۔

ب) دوسری صورت یہ کہ جس طرح تہمت اور شبہ کے مقامات میں ٹھہرنے سے منع کیا گیا ہے اس کے بارے میں نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے "جس چیز میں شک ہو اسے چھوڑ دو" اور ایک جگہ ارشاد فرمایا "مواضع تہمت سے دور رہو۔"

ج) تیسری صورت جس کا تعلق معاملات سے ہے جیسے کہ بیوع فاسدہ اور معاملات میں کسی قسم کا دھوکہ وغیرہ حاکم کی ذمہ داری ہے کہ ان امور کی پوری نگرانی کرے۔ اس میں کھانے پینے اور لباس وغیرہ تمام قسم کے امور داخل ہیں۔

2) وہ نہی جس کا تعلق انسانوں کے حقوق سے ہے۔ جس طرح کہ کوئی آدمی اپنے پڑوسیوں کے مکان یا زمین میں تعدی کرے یا کوئی خیانت کرے اس میں پانی، راستہ اور عمارات وغیرہ سب داخل ہیں۔ جس کے متعلق شریعت نے ہدایات دے رکھی ہیں جن کی خلاف ورزی

قابل گرفت ہوگی۔

3) جن کا تعلق حقوق مشترکہ سے ہو وہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ بعض عبادات سے متعلق ہیں۔ جس طرح جماعت کے ساتھ نماز کو طویل کرنا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا تھا کہ "افتان انت یا معاذ"؟ یا دوسرے امور جن کا تعلق عورتوں کے پردے سے ہے یا غیر مسلموں کی تقلید یا دھوکہ دہی وغیرہ۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "ازالۃ الخفا" میں امام کے طرق پر بحث کرنے کے بعد امام کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خلیفہ (حاکم وقت) پر دین محمدی اس طرح محفوظ رکھنا واجب ہے جس طرح کہ سنت مستفیضہ ثابتہ اور سلف الصالحین کا اس پر انعقاد ہو چکا۔

نیز امام اور خلیفہ پر واجب ہے کہ وہ ارکان یعنی جمعہ اور جماعت، زکوٰۃ وحج اور روزے کو قائم رکھے۔ جن مقامات پر خود موجود ہو وہ خود ان ارکان کو قائم کرے اور مقامات بعیدہ میں مسجدوں کے امام اور زکوٰۃ وصول کرنے والے محصل مقرر کرے۔ جس قدر ہو سکے علوم دینیہ کو زندہ رکھے اور ہر شہر میں مدرسین مقرر کرے۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں علوم دینیہ سکھانے کے لیے بھیجا تھا۔ قاضیوں کا مقرر کرنا اور بلاد اسلامیہ کو کفار کے شر سے محفوظ رکھنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔[36]

گویا اس ایک آیت کریمہ میں قرآن کریم نے حاکم وقت کو اپنی ذمہ داریاں بتلائی ہیں اور صاف کھول کر بیان فرمادیا ہے کہ جب کسی کو کرسی اقتدار مل جائے تو وہ انصاف کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑنے نہ پائے۔ اور نیکی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے اور ٹھیک وہی راستہ اختیار کرے جو سرور کونین ﷺ نے اپنے پیاری جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو سکھایا، بتایا اور جس راستے پر چلایا ہے۔ اگر اسی راستے کو اپنا شعار بنا کر آئیڈل انہی ذوات کو بنائے گا تو کسی جگہ بھی مار نہیں کھائے گا ہمیشہ فتح ونصرت اس کے قدم چومے گی لیکن اگر بالفرض اس نے اقتدار کے نشے میں آکر اس راستے کو چھوڑ دیا تو وہی اپنے کل پرائے جن جائیں گے پھر عزت نہیں ذلت مقدر بنے گی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[37]

ترجمہ: بے شک اللہ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچایا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم کو جس بات کی نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلا شک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں اور خوب دیکھتے ہیں۔

تفسیر قرطبی میں ہے: هَذِهِ الْآيَةُ مِنْ أُمَّهَاتِ الْأَحْكَامِ تَضَمَّنَتْ جَمِيعَ الدِّينِ وَالشَّرْعِ. وَقَدِ اخْتُلِفَ مَنِ الْمُخَاطَبُ بها، فقال علي بن أبي طالب وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَشَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ وَابْنُ زَيْدٍ: هَذَا خِطَابٌ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِينَ خَاصَّةً[38]

ترجمہ: یہ آیت کریمہ اہم ترین احکام سے ہے یہ اپنے ضمن میں دین وشرع کی تمام تفصیلات کی جامع ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف کہ اس آیت کا مخاطب کون ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب، زید بن اسلم، شہر بن حوشب، ابن زید رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا کہ یہ

خطاب مسلمانوں کے والوں سے ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

أن هذه الآية: إِنَّمَا نَزَلَتْ فِي الْأُمَرَاءِ يَعْنِي الْحُكَّامِ بَيْنَ النَّاسِ، [39]

ترجمہ: جب اس آیت کریمہ کا تعلق مسلمانوں کے امراء اور حکماء سے ہے تو سوال یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ذکر کردہ امانات سے کیا مراد ہے؟ کون کون سی امانتیں مراد ہیں؟

صاحب روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أن الأمانات، وهي جمع أمانة يعم الحقوق المتعلقة بذممهم من حقوق الله تعالى وحقوق العباد وقد روي ما يدل على العموم عن ابن عباس وأبيّ وابن مسعود.. [40]

ترجمہ: امانات یہ امانت کی جمع ہے۔ اس سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جتنی بھی امانتیں آتی ہیں سب داخل ہیں۔ یہی چیز حضرت ابن عباس، حضرت ابیؓ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔

ان آیات اور مذکورہ احادیث مبارکہ سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ حاکم وقت کو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ہر طرح کا لحاظ رکھنا ہے کہیں ان میں کمی کی وجہ سے آخرت میں پکڑ نہ ہو جائے جس کے بارے میں حدیث مبارکہ میں یہی فرمان ہے کہ ایسا حاکم جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

حوالہ جات

[1] النساء آیت 59

[2] الزحيلي،دوهبة بن مصطفى، التفسير الوسيط 336/1،دار الفكر دمشق، طبعة الاولى 1422

[3] شهاب الدين، سيد محمود آلوسى بغدادى (المتوفى: 1270هـ)، روح المعانى، المكتبة الرشيديه لاهور،ج5،ص66

[4] ايضا

[5] دہلوی: ولی الله قطب الدين المتوفى 1176ھ ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، قديمى كتب خانه كراچى،ج1،ص31

[6] الحج آیت 41

[7] أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي، تفسير ابن كثير، دار طيبه، الطبعة الثانيه 1440ھ،ج5،ص383

[8] التوبة: 5

[9] العنكبوت: 45

[10] النساء: 103

[11] البقرة 143

[12] البخارى، ابو عبدالله محمد بن اسماعيل،صحيح بخارى، الطبعة الاولى 1422،ج1،ص17

[13] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری ،الطبعۃ الاولیٰ1422،ج1،ص14

[14] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری، باب المعراج ،الطبعۃ الاولیٰ1422،ج9،ص156

[15] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری ، باب المعراج ،الطبعۃ الاولیٰ1422،ج5،ص52

[16] الشیبانی: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (المتوفى: 241هـ) مسند احمد ، موسسۃ الرسالۃ، البطعۃ الاولیٰ1421ھ،ج5،ص251

[17] العبسي:أبو بكر بن أبي شيبة عبد الله بن محمد بن إبراهيم ،مصنف ابن ابی شیبہ ،الطبعۃُ الاولیٰ1409، مکتبۃ الرشد ریاض،ج6،ص167

[18] الأصبحي المدني :امام، مالك بن أنس بن مالك بن عامر،موطأ مالك ،موسسۃ الرسالۃ، سنۃ النشر1412ھ،ج1،ص129

[19] الحضرمي: ولي الدين ابن خلدون أبو زيد عبد الرحمن بن محمد ، تاریخ ابن خلدون ،1408، مکتبۃ: دارالفکر بیروت،ج1،ص273

[20] البخاری، امام، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح بخاری،الطبعۃ الاولیٰ1422،ج2،ص239

[21] ایضا،ج2،ص5

[22] التوبۃ: 103

[23] التوبۃ: 71

[24] الشیبانی: امام، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل ، مسند احمد،موسسۃ الرسالۃ، البطعۃ الاولیٰ1421ھ،ج2،ص510

[25] ایضا،ج1،ص417

[26] التوبۃ: 60

[27] آل عمران: 110

[28] آل عمران: 104

[29] الماوردی البصری، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، الاحکام السلطانیہ، مکتبۃ دار ابن قتیبۃ، سنۃ النشر: 2014،ص140

[30] الشعراء: 214

[31] الأعراف: 158

[32] الحرستانی:ابو اسامۃ محمود شاکر،التاریخ الاسلامی،المکتب الاسلامی، سنۃ الانشاء:2010،ج3،ص240

[33] ایضا

[34] ایضا

[35] الأعراف: 157

[36] دہلوی:ولی اللہ قطب الدین المتوفی1176ھ ازلۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ،قدیمی کتب خانہ کراچی ،ج1،ص29

[37] النساء: 58

[38] القرطبي :الأنصاري الخزرجي شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر،تفسیر القرطبي ،مکتبۃ دار الکتب المصریۃ، الطبعۃ 1384ھ،ج5،ص256

[39] الصابوني :محمد علي،مختصر تفسير ابن كثير ، الطبعۃ السابعۃ1402، دار القرآن الکریم بیروت،ج1،ص406

[40] شہاب الدین، سید محمود آلوسی بغدادی (المتوفى: 1270هـ)، روح المعانی ،دارالکتب العلمیۃ بیروت،ج3،ص59